وہ ایک بات

(جلد اول)

از

رفعت سراج

اسکیننگ:hmutahira

تاریخ آغاز:24052008

تاریخ تام:24052008

میڈا عشق وی توں۔۔۔

پٹھانے خان کی آواز کیسٹ پلیئر سے ابھر رہی تھی۔خواجہ غلام فرید کی کافی نے دل کی عجیب کیفیت کر دی تھی۔حالانکہ وہ گھنٹہ بھر سے وارڈروب کی حالت سنوارنے میں مگن تھی۔ آج چھٹی کے دن اس نے اس کام کا انتخاب کیا تھا۔

میڈا درد وی توں۔۔۔درماں وی توں۔۔۔۔

ارے بھئی ذرا اس کی اواز آہستہ کرو تمہیں تم ریڈیو کی اونچی آواز سے خدا جانے کیا لطف محسوس ہوتا ہے۔حد ہے خواہ سمجھ میں کچھ نہ آئے۔وقار نے جھلا کر اخبار جھٹکا اور کروٹ بدلی۔

اتنی آہستہ تو آواز ہے اور پھر میری تو سمجھ میں آرہا ہے جو کچھ بھی آرہا ہے۔آخر میرے بچپن کے دن سال ملتان اور بہاولپور میں شٹل کاک بن کر گزرے ہیں۔وہاں کی مقامی لڑکیاں میری سہیلیاں تھیں۔جس وقت ہم ملتان سے کراچی آئے۔میں اچھی خاص سرائیکی بول اور سمجھ لیتی تھی۔بچوں کو ویسے بھی ماحولاتی زبان جلدی آجاتی ہے

اور پھر خواجہ فرید کی کافیاں تو مجھے بہت ہی پسند ہیں۔ایک ایک لفظ دل کی رگ رگ چھوتا

محسوس ہوتا ہے۔اس کی آواز مدھم ہو گئی تھی۔وہ اپنے کام میں پھر بھی بدستور مگن تھی۔

حافظہ تمہارا خاصا اچھا ہے۔

لہجہ۔۔۔حساس ذہن۔۔۔کے لیے ضرب بلکہ بھاری ضرب کی حیثیت رکھتا ہے۔ہر چند کہ اسے طنز سے زخمی کیا گیا تھا۔اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔شاید ہمت نہیں ہوئی۔اس نے استعمال کے لیے دو دھلے ہوتو لیے ایک طرف رکھے اور آگے بڑھ کر پلیئر اسٹاپ کر دیا۔

وقار نے سرسری نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔سفید جھنڈا تھی۔کوئی ناگواری کی لہر اس کے چہرے پر نہیں تھی۔ڈھیلی ڈھالی چوٹی سے لٹیں نکل کر گردن پر قابض ہو چکی تھی۔ اسمارٹ سے وجود پر ملگجا لباس۔

کیسی فطری سی گھریلو عورت دکھائی دی تھی۔

ڈاکٹر سے چیک اپ کرالیا تھا۔انہیں معاً خیال آیا۔

کرالیا تھا۔وہ کہہ رہے تھے سب ٹھیک ہے۔اس ہمدردی پر اس کا دل نہ جانے کیوں بھر آیا تھا۔

چھلکتی آنکھیں، ناک والوں کے لیے ذلت کا سبب ہوتی ہیں۔اسی لیے اس نے باتھ روم میں گھس جانا مناسب خیال کیا۔

بس دلہن کیا بتاؤں قصد تو کیا تھا ملتان میں اترنے کا کہ چلو سمدھیانے میں سلام کرتے چلیں۔۔مگر۔۔۔توبہ اس بلا کی گرمی۔

کہ سارا جھبہ رشتہ داری بہہ گیا۔اس کی نند نے شرارت سے ماں کی بات کاٹ دی۔

حد ہے بیہودگی کی۔اماں جان کو بیٹی کے دخل در معقولات پر تاؤ آ گیا تھا۔

لاہور میں ایک بلا کی گرمی۔۔۔اماں جان نے اپنے لہجے میں لاہور کی گرمی کی شدت سمو کر گویا بہو کی طرف منتقل کی۔

گویا آپ ملتان نہ جا سکیں؟

بتا تو رہی ہوں۔وہ پھر شروع ہوا چاہتی تھیں۔

جی جی۔۔۔اس نے جلدی سے کہا۔مبادا۔ذکر گرمی سے پھر شروع ہو جاو ہیں سے چھوٹا تھا۔

ارے بچہ نظر نہیں آ رہا؟ مع اہیں پوتے کا خیال آیا۔

ساتھ والوں کی نادیہ لے جاتی ہے شام کو۔بہت خوش رہتا ہے اس کیساتھ۔

ارے دلہن اس طرح مت بھیجا کرو۔ذرا سے بچے کو۔۔۔ برا وقت ہے۔نادیہ بھی بچی ہے۔ادھر ادھر کھیل میں لگ سکتی ہے۔

جی اماں جان بات یہ ہے کہ نادیہ کی ممی اسے باہر نہیں کھیلنے دیتیں۔اس لیے وہ وقاص کو اپنے ساتھ لے کھلانے کے لیے لے جاتی ہے۔

اب بلواؤ بچے کو دلہن بہت دن ہو گئے دیکھے ہو۔

اچھا میں لاتی ہوں۔

تم۔۔۔

جی ساتھ ہی تو ہے۔فاطمہ کو برتن دھونے سکیا اٹھاؤں۔اس کی نند غسل کے لیے اندر جا چکی تھی۔

وہ دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ کر۔۔ساتھ والوں کے ہاں چلی گئی۔وقاص کو گود میں اٹھا کر

جب وہ باہر نکلی تو وقار گیٹ کے سامنے اپنی گاڑی سیاتر رہے تھے۔ غالباً ہارن کی آواز پر گیٹ تک کوئی نہیں آیا تھا۔ وقاص نے باپ کو دیکھ کر اس کی گود میں مارے خوشی کے ایک ہنگامہ برپا کردیا۔

وقت نے چونک کر بیٹے کی آواز کی سمت دیکھا۔

کم از کم سورج ڈھلنے کا انتظار کرلیا کرو اگر میرا نہیں کرسکتیں۔ اب سیر کرنے کا ایسا بھی کیا شوق۔ وہی سلگا کر رکھ دینے والا لہجہ۔۔۔

دراصل مجھے سورج میں جھلس کر سیر کرنے میں بہت مزہ آتا ہے، وہ جھپاک سے گیٹ پار کرگئی اور سیدھی کچن میں پہنچی۔ فاطمہ گیٹ کھول دو جا کر صاحب گاڑی اندر لائیں گے۔

یہ لیجیے اماں جان اپنا پوتا عرف رونے والا انجن۔ وہ ہنس کر ساس کے پاس بیٹھ گئی۔ اور ذکر تک نہیں کیا کہ ان کے صاحبزادے بھی تشریف لے آ ہیں۔

گڑیا بھابھی

اف سارہ بھابھی کیساتھ گڑیا تو نہ لگایا کرو۔ سچ بڑا عجیب لگتا ہے۔

آپ تو اب بھی گڑیا ہی لگتی ہیں۔ ایک بچے نے آپ کا کچھ نہیں بگاڑا۔

کیا واہی تباہی بکتی ہے لڑکی بچے بگاڑا کرتے ہیں۔

نہیں اماں جان بچے تو سنوار کرتے ہیں۔۔۔ جیون۔

تو اس میں شک بھی نہیں بچے تو عورت کا روپ ہوتے ہیں۔ بیاہتا عورت بچوں کے بغیر کبھی نہیں سجتی۔

کتنے سال کا ہو گیا۔۔۔ وقاص، دلہن۔۔

اس سال چھ اکتوبر کو دو سال کا ہو جا گا،

ماشاءاللہ اب اس کا کوئی اور بہن بھائی بھی ہونا چاہیے۔ اللہ رکھے دلہن۔۔۔ ویسے۔۔؟

وقار آگ ہیں اماں جان اس نے جلدی سے کہا۔ مبادا وہ سارہ کے سامنے کیا کیا کہہ جائیں۔

ہائیں۔۔۔ تو کیا ہے؟ لو پہلے کیوں نہیں بتایا۔ کہاں ہے میرا بچہ؟

وہ واری صدقے ہونے کا پروگرام بنا کر اٹھنے لگیں تو وقار خود ہی چلے آ ۔

السلام علیکم اماں جان

جیتا رہے میرا بیٹا خدا عمر دراز کرے۔انہوں نے پیشانی چوم کر ڈھیروں دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آداب بھائی جان۔

انہوں نے بہن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور محبت سے کمر تھپتھپائی۔

یہ آپ لوگوں کو پریشان ہونے کا وشق ہے۔مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

ارے اس سارہ کو شوق تھا کہ بھائی بھاوج کو حیران کروں گی اچانک جا کر۔اس لڑکی کو بس یہی تماشے سوجھتے ہیں۔ویسے تو تمہاری پھوپھی کا بیٹا وسیم ہمارے ساتھ تھا۔ہمیں چھوڑ کر ہوٹل گیا ہے۔وہ آ رہا تھا اپنے کسی دفتری کام سے۔ہم نے سوچا چلو اسی کے ساتھ کراچی چلیں۔اب سارہ کی بھی چھٹیاں تھیں۔

بہت اچھا کیا اماں جان میں تو آپ سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ آپ مستقل ہمارے

ساتھ رہیں۔لیکن آپ کو شاید۔۔۔

سوچتی تو میں بھی ہوں پھر بری دلہن کا خیال آتا ہے۔چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔میرا اور سارہ کا سہارا رہتا ہے اسے،ویسے بھی سیدھی سادی ہے۔تمہیں تو اپنے بھائی کا مزاج پتا ہے۔بچوں میں مگن ہو کر اگر اس کے کام بھول جا تو وہ زمین آسمان ایک کر دیتا ہے۔نمو(دلہن کی بہن) آئی ہوئی تھیں۔تو ہم نے ادر کا ارادہ کر لیا۔پروگرام تو یہ تھا کہ ملتان ٹھہر کر آگے چلیں گے۔مگر بھیا گرمی کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی۔

اماں نے بڑی تفصیل سے بیٹے کے شکوے کے جواب میں جواب شکوہ،ارشاد کیا تھا۔

دلہن تم مجھے بہت کمزور دکھائی دے رہی ہو۔دشمنوں کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟

دشمن تو بہت خوش باش ہیں اماں جان بس ہم ہی۔

ارے نیک فال منہ سے نکالو دلہن دونوں وقت مل رہے ہیں۔یہ تم نے اس کا کیا حال بنا رکھا ہے بیٹا وہ بیٹے سے گویا ہوئیں۔

یعنی میں نے؟وقار سٹپٹا گئے۔

تو اور کیا بہت لاپرواہو گئے ہو۔کیا سر جھاڑ منہ پہاڑ سا حلیہ ہو رہا ہے اسکا۔کیا اس طرح رہتی تھی یہ؟ وہ ناراضگی سے بولیں۔

جب دل خوش نہ ہو تو شاید انسان کا بننے سنورنے کو جی نہیں چاہتا۔وہ بولے۔ایک تیر تھا جو دل کے آر پار ہو گیا۔

تو خوش کیوں نہیں رکھتے اس کا دل؟ اور کون کرے گا اس کا خیال؟

ویسے اماں جان مجھے نہیں معلوم تھا۔وہ پھر طنزیہ مسکرا۔

کیا؟ انہوں نے ادھر ادھر جھانک کر پوچھا۔اری دلہن میری باسکٹ کدھر ہے۔میرا پاندان ہے اس میں۔

کیا نہیں معلوم تھا؟ وہ پوری طرح اپنے بیٹے کی طرح متوجہ تھیں۔باوجود پان کی طلب کے۔

یہی کہ اگر دوسروں کی توجہ اور ہمدردی حاصل کرنا ہو تو حلیہ خراب کر کے پھرنا شروع کر دو۔

ارے جانے کیا بول رہا ہے۔

بھابھی کو تنگ کر رہے ہیں اماں جان سارہ نے اپنی سمجھ دانی کے فائدس میں ماں کو بھی شریک کیا۔

دلہن اپنا خیال رکھا کرو۔بھلا کس چیز کی کمی ہے تمہارے پاس۔

کپڑے تو میں روزانہ بدلتی ہوں اماں جان۔وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

اماں جان کا مطلب ہے دلہن بن کر رہا کریں۔

اس عمر میں؟ وہ پھر کھوکھلی ہنسی ہنس دی۔

ہائیں اماں جان تعجب سے بہو کو دیکھنے لگیں۔کچھ دیر تک تو انہیں الفاظ نہیں سمجھے۔

تمہاری عمر کو کیا ہو گیا۔تمہاری عمر تو کچھ بھی نہیں تھی۔جب ہم تمہیں بیاہ کر لائے تھے۔

ہاں بھابھی بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔بھائی جان کو دیکھے کیا بن ٹھن کر رہتے ہیں۔سچ جب ہم گھر میں داخل ہو تو آپ پیٹھ موڑ کر کھڑی تھیں۔اگر آپ کی خوبصورت چوٹی کمر پر نہ لہرا رہی ہوتی تو ہم آپ کو فاطمہ سمجھتے۔بری بھابھی کو دیکھے۔ماشاءاللہ اتنے بچے ہیں اور کیا ٹیپ

ٹاپ رہتی ہیں۔

ہم شام کی چا اس وقت پیئیں گے جب آپ اچھی طرح تیار ہوں گی۔ چلیں اٹھیں۔

اس نے بیچارگی سے وقار کی طرف دیکھا۔ مگر وہ اپنے بچے میں مگن تھے۔ وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حال ایسا نہیں کہ تم سے کہیں

کچھ جھگڑا نہیں کہ تم سے کہیں

وہ غالباً ریڈیو کھلا چھوڑ کر نکلی ہوئی تھی۔ فریدہ خانم نغمہ سرا تھیں۔

کس سے پوچھیں کہ وصل میں کیا ہے

ہجر میں کیا نہیں کہ تم سے کہیں

اس کی آنکھیں بھیگ چلی تھیں۔ اس نے ریڈیو بند کر دیا تھا۔

وہ ہجر کتنا اچھا تھا وقار۔ جب آپ سے آشنا ہو کر آپ کے نام کی انگوٹھی پہن کر گزارا

تھا۔ ایک یہ عذاب ناک ہجر ہے جو کاٹے نہیں کٹتا۔۔۔ اس میں آپ کی دید کا دہرا عذاب بھی ہے وقار۔۔۔

اس نے فیروزی کرتا سرخ پائجامے اور دوپٹے کے ہمراہ پہنا۔ ڈھیلی ڈھالی چوٹی بنائی۔ آنکھوں میں صرف کاجل کی باریک سی لکیر ڈالی۔ بس یہ اس نے میک اپ کیا تھا۔ وہ باہر آئی تو دونوں ماں بیٹی نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

اب بھی تو لگ رہا ہے آپ وقار بھائی کی دلہن ہیں۔ سارہ مسکرائی۔

پہلے کس کی لگ رہی تھیں؟ وقار نے تمسخرانہ کہا۔ یہ انداز صرف وہی سمجھ پائی تھی۔

سارہ بھائی کے مذاق پر کھی کھی کر کے ہنس پڑی۔ پہلے بھی آپ ہی کی لگ رہی تھیں۔ بس آج سے ذرا بیس سال بعد والی۔

بھابھی مجھے محسوس ہوتا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے آپ چپ ہوتی جا رہی ہیں۔

اماجان یاد ہے جب ہم نے سادی سے پہلے بھابھی کو بہاولپور میں گلو کی شادی میں دیکھا تھا۔ توبہ کس قدر شرارتیں کی تھیں بھابھی نے۔ کیا نقلیں اتاری تھیں۔ ہنس ہنس کر سب کے

پیٹ میں ب پڑ گئے تھے۔اور انوکھی خالہ کی نقل پر تو بھابھی کو باقاعدہ انعام بھی ملا تھا۔جملہ کسنے میں کوئی بھابھی سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔مین نے تو تب ہی سوچ لیا تھا کہ اس گڑیا سی لڑکی کو وقار بھائی کی دلہن بنائیں گے۔

حالانکہ یہ تمہارے سوچنے کا کام نہیں تھا۔ بلکہ ان کے سوچنے کا کام تھا کہ۔۔۔وہ پھر بولے۔

وہ پھر سہ گئی۔آخر اس نے اپنی ایک حماقت کی سزا بھگتنا ہی تھی۔

پھر وہ رات کے کھانے کی تیاری کے لیے ان کے بیچ سے اٹھ کر آ گئی۔

وہ بے پناہ پرکشش لڑکی تھی۔اور پھر اب تو سہاگن تھی۔بار؟؟؟بڑی دھج اور خوب چھب کے ساتھ ان کے سامنے آئی تھی۔اور انہوں نے اسے بری طرح نظر انداز کر دیا تھا۔پھر وہ اس سے۔۔۔بے نیازی برتنے لگے تو وہ چود سے بے نیازی سے برتنے لگی۔حالانکہ وہ ابھی جب ان کے سامنے آ بیٹھی تو کشش کی آنچ بے پناہ آئی تھی۔

اس کے کرتے میں لگے سنہری بٹن جگمگا کر انہیں مخاطب کر رہے تھے۔

وہ ان بٹنوں سے کھیلنے کا حق رکھتے تھے۔ وہ تمام حقوق کے مالک تھے۔ بلاشرکت

غیرے۔

جب وہ کوئی عام سی بات کرتے کرتے اس کے کان کی بالی ٹھیک کرنے لگتے تو وہ اسے خود سے بے حد قریب اور بے تکلف دوست لگتے۔۔۔اس کا جی چاہنے لگتا۔۔۔اسے۔۔۔ان سے اپنائیت کے یہ انداز گاہے بگاہے ملیں۔

اپنائیت کا چھوٹا سا عمل۔۔۔تجدید دوستی کی علامت بنا کرتا ہے۔

لیکن اب انہوں نے اپنائیت کے تمام مظاہرے کسی سربند پٹاری میں سیل کر دیے تھے۔

جب سے اماں جان آئی تھیں ملنے جلنے والوں کا بھرپور سلسلہ قائم ہو گیا تھا۔ان کی علیحدہ خاطر داری اور وقار کے دوستوں کی چا کافی علیحدہ اس پر مستزاد یہ کہ وقاص کا رونا پیٹنا۔۔۔ساس اور نند کی خواہش پر خزد بھی بننا،سنورنا۔

شام کو تمام مہمانوں کی دو پارٹیاں آگے پیچھے آ گئی تھیں۔سارہ کو تو ویسے بھی کام وام کا زیادہ شوق نہیں تھا۔پھر بھی اس نے مہربانی کی تھی کا فیرنی بنا کر فرج میں رکھ دی تھی اور سلاد بنا لیا تھا۔اور اپنی کزنز کے ساتھ چھت پر جا کر باتوں میں مصروف ہو گئی تھی۔

فاطمہ سات بجے واپس چلی جاتی تھی۔کافی دور سے آیا کرتی تھی۔اس کے بھی چھوٹے

چھوٹے بچے تھے۔اس لیے وہ خود بھی اسے نہیں روکتی تھی۔وقاص نے رونا پیٹنا مچایا تو وہ اسے گود میں لے کر کام کرنے لگی۔جب احساس ہوا کہ اب نہیں روگا تو وہ کمرے میں چلی آئی کہ کھلونے دے کر کمرے میں ہی چھوڑ دے گی۔

اس نے بٹھایا تو بیٹھ گیا۔کھلونے وصول کر لیے لیکن جیسے ہی اس نے جانے کے لیے قدم بڑھایا۔اس نے پھر شور مچا دیا۔

کیا ہے بیٹا ذرا سی دیر تو امی کو کام کرنے دو۔ابھی آتی ہوں بیٹا

مگر اسے ماں کے ابھی پر قطعی اعتبار نہیں آیا۔وہ چیخ پکار مچائی کہ اسے بیپناہ غصہ آ گیا۔ ایک دیا جما کر اس کے پھول سے رخسار پر۔۔۔ایک کمر پر۔۔۔تیسرا تھپڑا گلے رخسار کی سمت چلا تو فضا ہی میں کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔پکڑنے والے کا ہاتھ ٹھنڈا اور گیلا تھا۔اس نے چونک کر دیکھا۔

وقار بڑا سا تولیہ وجود پر پھیلا بکھرے گیلے بالوں کے ساتھ اسے کڑے تیور سے دیکھ رہے تھے۔فوراً اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

میں نے تمہیں چھوا نہیں ہے مہ پارا اپنے بچے پر اٹھنے والا اجنبی ہاتھ روکا ہے۔کسی خوش

فہمی میں مت رہنا۔یہ دو سال کا بچہ ہے کوئی پہلوان نہیں ہے۔جس پر تم میرا غصہ اتار رہی تھیں۔

آپ غلط سوچتے ہیں۔رو۔۔۔رو کر اس نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے۔مجھے کام بھی کرنا ہوتا ہے۔اس قدر مہمان بھرے رہتے ہیں ہر وقت گھر میں۔

کیا کام ہوتا ہے تمہارے پاس۔۔؟لان مالی ٹھیک کرتا ہے۔جھاڑ و صفائی صبح انو کر جاتی ہے۔فاطہ تمہارا ہاتھ بٹاتی ہے۔کیا سارا گھر نوکروں سے بھر دوں؟

آپ سمجھتے نہیں ہیں۔بچے کو کچن میں لے کر کھڑا ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔کھانا دونوں ہاتھوں سے تیار ہوتا ہے۔

تو سارہ کو دے دیا ہوتا۔

وہ مہمانوں سے باتیں کر رہی ہے اوپر۔

پھر کیا ہوا۔کیا وہ منع کر دے گی۔یہ تمہارے خود ساختہ تکلفات ہیں۔مصنوعی فاصلے۔ محترمہ یہ بات کان کھول کر سن لو۔تم میرے بچے کو آئندہ اتنی بے دردی سے نہیں مارو گی۔۔ سمجھیں۔

وہ تو بھڑک ہی اٹھی۔ یہ مرد بچے کی خاطر عورت کو کس قدر بیتوقیر کر دیتے ہیں۔ ہوں ان کے بچے۔۔انہیں بہت درد ہے اور ہمارا کوئی ذکر ہی نہیں۔موت کے آسمان کو چھو کر آتے ہیں۔ان کے بچے۔۔۔ہونہہ۔۔۔دکھ جھیلیں بی فاختہ اور کوے۔۔۔

ہائیں۔۔۔لاحول ولا قوۃ۔۔۔وہ انہیں کوا بنا گئی۔کاش کوے سرخ وسفید ہوا کرتے تو آج یہ مثل وہ انہیں سنا بغیر نہ ٹلتی۔

اب ایک انسان پریشان ہوگا تو کیا کرے گا۔

بس بچوں کو دھتکارا کرے تمہاری طرح۔وہ برہم ہو گئے۔

بحث بیکار تھی۔اگلا کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔وہ باہر آ گئی۔روتے دھوتے وقاص کو چھوڑ کر کہ ہمدرد باپ بھی ذرا دیر کو مستقل ٹیون میں نغمات سنیں۔

اسی وقت سارہ دھم دھم کرتی سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے آئی تھی۔

کھانا لگا دیں بھابھی؟

ہوں۔

سارہ نے غور سے بھاوج کی صورت دیکھی۔

ہم اتنے دنوں بعد ملے ہیں نا بھابھی۔۔۔اگر ان سے باتیں نہیں کرتی تو وہ برا مان جاتیں۔

وہ بیساختہ مسکرا دی۔

بیوقوف کیا میں نے تم سے کچھ کہا؟

نہیں تو۔

میں کسی سے مدد وتعاون کا لالچ نہیں کرتی۔کام چور نہیں ہوں۔اور پھر تم تو سیر کرنے آئی ہو۔میرا موڈ تو وقاص نے ستیاناس کر دیا تھا۔بہت روتا ہے بعض دفعہ تو۔

کہاں ہے وہ؟ سارہ نے پوچھا۔

ان کے پاس چھوڑ کر آئی ہوں۔

کہہ تو رہے ہوں گے بھائی جان کہ سارہ نہیں بہلا سکتی۔

ارے نہیں۔کبھی بھی وہ ایسا نہیں سوچ سکتے۔ سمجھیں۔اس نے مسکرا کر اس کی سمت دیکھا۔مگر فکر و تردد کے نشان سارہ کے چہرے پر ہویدا تھے۔

بہت حساس لڑکی تھی۔باپ کے مرنے کے بعد بھائیوں ہی نے اسے پڑھایا لکھایا۔اس کی تمام تر ضروریات کا خیال رکھا۔اس حساس سی لڑکی کو ہر دم یہ خوف رہتا تھا کہ اس کے بھائی، بھابھیاں بدل نہ جائیں۔

اس نے سارہ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

پاگل لڑکی۔۔۔تم ہماری بہن ہو۔کوئی ملازمہ تو نہیں۔جب تمہارا جی چاہے گا۔ہماری مدد کرو گی نہیں دل چاہے گا تو نہیں۔بابا تم تو ہم سے نخرے اٹھوانے آئی ہو دنیا میں۔

پارو کو اچھی طرح پتا تھا کہ یہ وہ لڑکی نہیں جو محبت پا کر سر چڑھ جا۔بلکہ وہ محبتوں کی قدر پہچاننے والی لڑکی تھی۔

بھابھی کی اتنی بہت سی محبت پا کر سارہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

بھابھی آپ کتنی اچھی ہیں۔کہیں آپ کو ہماری نظر نہ لگ جا۔

اچھا؟ وہ ہنس دی۔اس کی ہنسی میں نوحہ تھا۔

بھابھی ہوں۔

یہ دیکھیں میں نے آپ کے لیے کتنا خوبصورت گجرا بنایا ہے۔موتیے کی کلیوں سے۔

ار۔۔رے۔۔واقعی بہت پیارا ہے۔وہ بیساختہ خوش ہوئی مگر دوسرے لمحے بجھ گئی۔

میں گجرے نہیں لگاتی سارہ۔

بھئی یہ کوء مذہبی آرڈر۔۔۔کوئی قانون یا رسم تھوڑا ہی ہے۔نہیں لگاتیں تو کیا ہوا آج لگا لیجیے۔اس نے محبت بھرے انداز میں اس کے بالوں میں ہیئر پن کھینچ کر اس کی مدد سے گجرا اٹکا دیا۔

دیکھیے بھائی جان   کتنی پیاری لگ رہی ہیں بھابھی۔

وقار تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے شیو بنا رہے تھے۔برش پانی میں ڈبو کر بہن کی خاطر ذرا سا رخ موڑ کر دیکھا اور بولے۔

واقعی تمہیں گجرا بنانا بہت خوبصورت آتا ہے یعنی گجرا ایکسپرٹ ہو۔

یہ لیجیے۔ میں پوچھ رہی ہوں کہ گجرا بھابھی پر کیسا لگ رہا ہے اور آپ۔۔۔اس نے بھائی کی کور ذوقی یا تجاہل کو نظریہ ناپسندیدگی پیش کیا۔

بھئی جب گجرا ہی خوبصورت تو ہر جگہ خوبصورت لگے گا۔خواہ تم اسے لکڑی پر لٹکا کر بیچ صدر میں کھڑی ہو جاؤ۔اس کی خوبصورتی پر کوئی آنچ نہیں آ گی۔

جایئے آپ کو تو ایڈمائر (سراہنا) کرنا بھی نہیں آتا۔وہ برا مان گئی۔

اب کیا تم انہیں بھابھی بنا کر اس لیے لائی تھیں۔تم گجرے بناتی رہو۔ میں سراہتا رہوں۔ویسے یہ کام ہے بہت دلچسپ اگر بندے کو غم ہا روزگار نہ ہوں۔اس کے علاوہ بندے کو بیوقوف بنانے کا اس سے آسان طریقہ شاید ہی کوئی ہو۔

اچھا۔میں آپ کے خیال میں بھابھی کو بیوقوف بنا رہی ہوں۔سارہ خفگی سے بولی۔

ہوسکتا ہے؟ وہ مسکرا تو سارہ اظہار خفگی کے طور پر پیر پٹخ کر وہاں سے بائیکاٹ کر گئی۔

انہوں نے آئینے میں اسے گہری نظر سے دیکھا۔وہ سرخ پھولوں والی قمیص شلوار میں بغیر دوپٹے کے بیٹھی ہوئی غالباً انہیں کی قمیص کے ٹوٹے ہو بٹن ٹانک رہی تھی۔سفید کلیوں کا گجرا اس کے بائیں شانے پر پڑا جھک آیا تھا۔

اگر تم خود ہی کہہ دیتیں میں بہت حسین لگ رہی ہوں تو بیچاری کا دل رہ جاتا۔وہ بولے تو اسے بے طرح غصہ آ گیا۔

یہ لیجیے۔الٹی گنگا پہاڑ پر چڑھنا شاید اسی کو کہتے ہیں۔یعنی میں خود ہی اپنی تعریف کرنا شروع کر دوں؟

تو پھر تمہارا کیا خیال ہے میں تمہاری تعریفوں کے پل باندھا کروں۔وہ تمسخرانہ مسکرا۔

نہ میں حسین ہوں نہ اپنے حسن کی داد چاہتی ہوں۔نہ آپ سے اور نہ کسی اور سے۔ایک ذرا سی بات آپ نے کیا بنا دی۔اس نے گویا بات ختم کرنا چاہی۔

ارے دلہن پھر کیا سوچا اماں جانے بر آمدے میں زور و شور سے داخل ہوئیں۔

ابھی میری ان سے بات نہیں ہوئی۔اس نے وقار کی سمت دیکھ کر کہا۔

کس سلسلے میں؟ انہوں نے ماں کو دیکھا۔

یہ لو۔ابھی تک تمہیں معلوم ہی نہیں۔میں دلہن کو بہاولپور لے کر جا رہی ہوں۔

کس خوشی میں؟ ان کے چہرے کا ہر تاثر ختم تھا۔

ضروری ہے کسی خوشی میں جائیں۔ میں تو جا ہی رہی ہوں، سوچا دلہن کو بھی ساتھ لے چلوں۔ آخران کا پورا ننھیال ہے وہاں، مل لے گی۔ جی اورسا ہوجا گا۔

یہی تو میں نہیں چاہتا کہ جی اورسا ہوجا۔ سلگا ہوا لہجہ تھا۔

نہیں بس۔۔۔ یہ نہیں جائیں گی۔ فی الحال نہیں جاسکتیں۔ ایک دم انہوں نے اپنا لہجہ نرم کرلیا۔

ارے بیٹے۔ لڑکی شادی کے بعد دل ودماغ تو نہیں بدلوا آتی کہ اس کو ماں باپ، ننھیال، دھدھیال یاد نہیں رہتے۔ اب ایسا بھی کیا۔ کسی کو باندھ کے رکھنا۔ انہوں نے بیٹے کے جبریہ انداز پر افسردگی سے کہا۔

ان سے پوچھ لیں۔ اگر واقعی ان کا دل چاہ رہا ہے۔ انہوں نے واقعی پر زور دے کر کہا۔

نہیں نہیں اماں جان میں نہیں جا رہی۔ میرا دل نہیں چاہ رہا۔۔ پھر وقار کو بھی پریشانی ہوگی۔ کچھ دنوں بعد میں اور وقار آئیں گے۔ وہ گود میں پڑے کپڑے بازوؤں میں سمیٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ مبادا بات آگے بڑھ جا۔

وہ کچن میں آ مصروف ہوگئی۔

ایک شیشے کی جار میں منہ دیے جانے کیا نکال رہی تھی۔

میری پریشانی کا بھی خوب کہا۔ کیا نوالے بنا کر کھلاتی ہو مجھے۔ وقار کی مدھم لیکن گھمبیر آواز پر وہ اچھل سی پڑی۔

میری تو پوری زندگی پریشان کردی ہے تم نے۔

وقار میں نے آپ کو کس قدر یقین دلایا ہے کہ یہ صرف ردعمل تھا۔ اور کچھ نہیں۔ اس نے بمشکل اپنی نم آلود آنکھیں ان سے چرائیں۔

جب ہی میری ماں کو بہاولپور جانے پر اکساتی ہو۔ تاکہ کسی بہانے وہ سرزمین چھو ہی آؤ۔

وقار اس نے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اشک دیکھ کر وہ نظریں چرا گئے۔

مہ پارہ۔۔۔ بلکہ مہ کامل صاحبہ کسی بھرپور مرد جس کے تمام ظاہری اور باطنی اوصاف مکمل نشونما یافتہ ہوں۔ کی غیرت کی تاویانہ مارنا ایسا ہی ہے جیسے سوناگ کو چھیڑنا۔

تمہیں اعتراف کر لینا چاہیے پارو تا کہ میں تمہیں اپنے قلب کی وسعت کا اندازہ کراؤں اور۔۔۔

خدایا میں اپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔

اچھا چھوڑ و اس قصے کو۔ ہماری بود و باش کا اہتمام کرو۔ جب ہم چلے جائیں تو مزے سے بہاولپور کے مناظر دیکھ کر خوش ہوتی رہنا خیالوں میں۔

وہ خاموش رہی۔ بعض اوقات ابتدا ہی سے انتہا کا پتا لگ جاتا ہے۔

ظاہر ہے اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ بہاولپور چلی جا۔

سارہ نے اور اس کی ساس نے وقار پر بہت دباؤ ڈالا مگر وہ اس پر چھوڑ بیٹھے تھے کہ مرضی ان کی۔

وہ آگاہ تھی کہ یہ مہربانی نہیں ستم رسانی ہے۔

وہ عازمین بہاولپور کو اسٹیشن پہنچا کر آئی تو ضرورت سے زیادہ ہی افسردہ تھی۔ وقار تمام راستے اس پر اچٹتی نظر تو ڈالتے رہے مگر بولے کچھ نہیں۔ بلکہ اس کو گھر کے گیٹ کے سامنے

اتار کر گاڑی آگے بڑھا گئے تھے۔ ایسی بھی پرانی بات نہیں تھی بلکہ اسے تو کل ہی کی بات لگتی تھی۔ جب وقار اس کی قربت کی خاطر گھر میں زیادہ وقت گزارا کرتے تھے اور واضح کہا کرتے تھے۔ یار مجھے تو وہ جگہ ہی بےمعنی و بیکار نظر آتی ہے۔ جہاں؟؟؟؟

میرے ساتھ نہ ہو۔ اور اب یہ عالم کہ عرصہ گزر گیا ہے دونو کو ساتھ کسی تفریح گاہ گئے ہو کوئی بہترین فلم پکچر ہاؤس میں دیکھے ہو۔

حالانکہ انہیں پتا تھا وہ ویڈیو فلم یا کوغی اور تفریح چیز دیکھنے کی کچھ زیادہ شوقین نہیں ہے۔ اسے تو ویڈیو فلم دیکھنے کا کبھی لطف ہی نہیں آیا۔

تمام دن تن تنہا سارا کام کرنا۔ کبھی چھٹی کے روز وقار کوئی فلم لگا دیتے اور وہ پر شوق نظریں اسکرین پر جما دیتی۔ چند منٹ بعد ہی کال بیل چیخ پڑتی یا فون کی گھنٹی یا پھر اگر یہ نہ ہوتا تو اسے وہم ہوتا وہ کچن کا دروازہ کھلا چھوڑ آئی ہے یا پھر یہ کہ پتا نہیں چولہا دھیما بھی کیا تھا یا نہین۔ بجائے تفریح کے الٹا اعصابی دباؤ ہاتھ آتا تھا۔

اور رات کو اپنی شر ہو چکی ہوتی کہ تفریح اور بیشل تفریح نیند لگتی۔ اس لیے اسے پکچر ہاؤس میں فلم دیکھنے کا لطف آتا تھا کہ وہاں واقعی مکمل تفریح میسر آتی تھی۔ شادی کے بعد اس نے وقار کے ساتھ کئی بار لیٹ شو دیکھے تھے۔ باکس میں بیٹھ کر جہاں صرف وہ دونوں ہوتے تھے۔

وہ جوگھٹا سا کمرہ اسے جنت لگتا تھا۔ وہ دل کھول کر انجوا کرتی تھی۔ عموماوہ منتخب انگلش فلم ہی دیکھا کرتے تھے یا پرانی پاکستانی فلمیں۔

اوراب تو سال میں ملنے والی اس ایک آدھ تفریح سے بھی گئی تھی۔ بلکہ وقار تو بھولے سے بھی ذکر نہ کرتے۔ ہرویک اینڈ پر ایک ویڈیو کیسٹ ہمراہ لے آتے اور ٹھاٹھ سے دیکھتے۔ اوراسے رسما بھی نہ کہتے۔ بعض اوقات وہ اپنے پسندیدہ رائٹر کا رانگ پلے ہمسایوں کے ہاں دیکھتی۔ ان کو جتانے کی خاطر مگران پر مطلق اثر نہ ہوتا۔ اب تو صبر سا آ گیا تھا۔ جل بھن کر کوہ ہونے کے بجا آرام سے نماز پڑھ کر کسی دوسرے کمرےمیں سوجاتی کہ کرتے رہیں تنہا تفریح۔ سارہ اورساس کی غیر موجودگی بہت کھل رہیت ھی۔ وقاص سوچکا تھا۔

آج پھر وہ دیر سے آ تھے۔ آج پھر وہ ان سے شا کی تھی۔ آ چر ان کیشادی کو مہینے ہی گزرے تھے کوئی سال، قرن تو نہیں۔

سارہ اس کی اندرونی کیفیات بھانپ کر مسلسل چھیڑ رہی تھی کہ وقار نے گھر میں قدم رکھا۔

بھابھی آپ کے لیے اتنی پریشان ہوتی ہیں اور آپ ہیں کہ۔۔۔اس نے بھاوج کی ترجمانی کی۔

ویسے۔۔تشریف کہاں سے آ رہی ہے۔ کیسی ہے افشاں؟ اس نے شرارت سے پوچھا۔

بدتمیز۔ وقار نے بہن کے سر پر ہلکی سی چپت ماری اور مسکرا کر آگے بڑھ گ ءاور اس نو بیاہتا کی فکر بڑھا گئے۔ اسے ایسا لگا گویا اس کا سنگھاراس پر ہنس پڑا ہو۔

اوراس شب اسے وقار کی ہر بات کھوکھلی اور ہر ادا بناوٹی لگی۔

ارواس نے اس نے موقعی پا کر سارہ سے پوچھ ہی لیا کہ یہ کمبخت افشاں ہے کون؟

بہت پیاری سی لڑکی ہے بھابھی ہمارے پڑوس میں کرادار آ ے تھے وہ لوگ۔ امی کو بہت پسند آ ئی تھی۔ وقار بھائی کے لیے۔ ہم نے وقار بھائی کو دکھائی تو بس وہ تو افشاں ہی کیہو گئے۔ آ دن حیلے بہانے سے افشاں کے ہاں چلے جاتے۔ مگر ہم لوگوں نے دیر کر دی تھی۔ افشاں کا نکاح ان کے رشتہ داروں میں ہو گیا۔ وقار بھائی تو ایک دم بجھ کر رہ گئے تھے۔ وہ تو شکر کریں کہ آپ ہمیں مل گئیں۔ آپ تو افشاں سیہزار درجے اچھی ہیں۔ اللہ کی ہر بات میں بہتری ہوتی ہے۔ بھائی جان بھی بہل گئے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے۔ اتنی لڑکیوں میں افشاں ہی بھائی جان کو پسند آ ئی تھی۔ لے کر چلوں گی کسی دن اپ کو۔ وہ لوگ اب اپنے ذاتی گھر میں شفٹ ہو گئے ہیں۔ اب بھی ہمارا ان کے ہاں آنا جانا ہے۔ افشاں کے بڑے بھائی، بھائی جان کے بہت گہرے دوست بن چکے ہیں۔

وہ اپنی رو میں کہے جا رہی تھ۔اس کیتا ثرات سے قطع نظر۔۔۔

اس کی تو دنیا ہی بدل گئی تھی۔اسے وقار کے ہر والہانہ انداز پر کوفت ہوتی۔اسے ایسا محسوس ہوتا گویا اسے بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔وہ بیحد بجھ کر رہ گئی تھی۔اسے وقار کا اظہار محبت ان کی مجوری لگتا۔وہ جب بھی دیر سے گھر آتے وہ بغور ان کا چہرہ ٹٹولتی۔اگر وہ گنگناتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے تو وہ جل بھن کر سوتی بن جاتی۔ایسے میں اس کا قطعی جی نہ چاہتا کہ وہ کسی اور کی طرف سے حاصل کردہ خوشی میں اسے شیئر کر کے اپنا مطلب پورا کریں۔

ساس نند کے لاہور جانے کے بعد تو اسے وقار سے اور بھی وحشت محسوس ہوتی۔اسے وہ اجنبی اور غیر سے دکھائی دیتے۔

کئی دنوں تک جب وہ وقفے وقفے سے دیر سے آ تو وہ ایک دن کہہ ہی بیٹھی۔

نکاح ہی تو ہوا تھا کوئی رخصتی تو نہیں۔محبت میں تو بہت کچھ جائز ہو جاتا ہے۔

اس کے انگارہ لہجے پر وہ چونک اٹھے۔مطلب؟

افشاں۔۔۔میرا مطلب سراسر افشاں سے ہے۔وہ بھڑک کر بولی۔

اوہ انہوں نے گہرا سانس لیا۔

بہت بیوقوف ہو گڑیا تم۔ارے بابا۔کیوں جان جلاتی ہو۔اب شادی سے پہلے کسی کو معلوم ہے کہ اس کا نصیب کس سے وابستہ ہوگا۔انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر اچھی چیز کو اپنانا چاہتا ہے۔خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔محبت تو قدرتی بات ہے۔یہ پروگرام بنا کر نہیں کی جاتی۔افشاں۔۔۔ایک اچھی چیوتھی بس۔۔۔تم اس سے اچھی ہو۔یقین کرو۔

یہ تو آپ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ اب مجبوری ہے۔اگر مجھ سے اچھی کوئی نظر۔۔۔

شٹ اپ گڑیا۔اس قدر تھرڈ کلاس نہیں ہوں۔سمجھیں۔وہ برہم ہوگء۔

یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔شادی سے پہلے کسے معلوم ہوتا ہے کہ مقدر میں کون لکھا ہے۔میرا ذہن تو آپ کی سمت سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا نام کافی عرصے سے ایک کزن کے ساتھ لیا جاتا رہا تھا۔وہ مجھے بہت پسند کرتا تھ۔وہ بیڈ پر دراز ہو گئی۔

وقار کے ہاتھ میں ہیئر برش ساکت ہو گیا۔

کون تھا وہ؟ان کی آواز میں گہرائی تھی۔ صرف وہی پسند کرتا تھا۔۔۔یا۔۔ وہ رک گئے۔

میں نے اپنے تاثرات اور خیالات کا کبھی تجزیہ ہی نہیں کیا تھا۔وہ سادگی سے بولی۔

شادی کے بعد بھی نہیں؟انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

نہیں فرصت ہی نہیں ملی۔اس نے پھر بڑے سادہ انداز میں کہا۔

اب تو کافی فرصت ہے تمہیں۔میرا خیال ہے کہ تجزیہ کرلو اور جس نتیجے پر پہنچو۔مجھے ضرور بتا دینا۔۔اور تمہاری اطلاع کے لیے تاعرض کرتا چلوں۔مرد بیوی کے انتخاب میں کئی راستوں سے گزرتا ہے مگر ہر راستہ محبت نہیں ہوتا۔

وہ برش پٹخ کر باہر چلے گئے۔وہ سن ہو کر لیٹی رہ گئی۔درحقیقت اسے اتنے خوفناک موڑ کا ادراک نہیں تھا۔

اس دن کے بعد وہ اس سے بہت دور ہو گئے۔اب تو وہ بہت پچھتائی۔ہزار طریقے سے انہیں سمجھانے کی کوش کی مگر بیسود۔

قدرت نے اسے بیٹے سے نوازا۔تب بھی انہوں نے مسرت کا کوئی اظہار نہ کیا۔بہاولپور جانے پر علیحدہ قدغن لگا دی تھی۔اس کو اپنی ذات سے اس قدر محروم کر دیا تھا کہ وہ ہمہ وقت اذیت میں مبتلا رہتی تھی۔افشاں وفشاں سب بھول بھال اسے اپنی پڑ گئی تھی۔

ایک بار اس نے بہاولپور جانے کا ذکر کیا تو وہ اسے گھور کر بولے۔

جی تو چاہتا ہے تمہیں ہمیشہ کے لیے بہاولپور بھیج دوں۔مگر میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔
وہ کانپ کر رہ گئی تھی۔

اور ایک بار پھر وضاحت پیش کرنا چاہی اور ایک بار پھر وہ ان سنی کر کے باہر نکل گئے تھے۔

آج تمام واقعات یاد کر کے اس کے اشک پھر بہہ نکلنے کو بیتاب تھے۔درحقیقت وقار اس کے من چاہے مرد تھے۔اسے ان سے محبت بھی تھی۔ہر لمحے اسے یہ خیال ستاتا رہتا بلکہ ڈراتا رہتا کہ خدا معلوم وہ کب کوئی فیصلہ کن قدم اٹھالیں۔بہاولپور جانے کے متعلق وہ ان کو ہمراہ لے جانے کے لیے اصرار کرتی تو وہ ایسا طنزیہ جملہ کہتے کہ اس کی ہمت جواب دے جاتی۔

حالانکہ اس کی شدید خواہش تھی کہ وہ ایک بار اس کے ہمراہ بہاولپور ضرور چلیں۔

امی کے سینکڑوں بلاووں پر وہ آمادہ نہیں ہوتے تھے۔اسے بھیجنے پر لیکن سالے صاحب کی شادی کا دعوت نامہ جب سسر صاحب بہاولپور سے لے کر بنفس نفیس خود آئے تو وہ شاید بہت مجبور

ہو گئے تھے۔اور آخر کار کہہ دیا تھا۔

تیاری کر لینا۔میں تین چار دن کی چھٹی لے لوں گا۔

اور اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔اس نے خوشی خوشی تیاری شروع کر دی۔اس کے چہرے پر خوشی کے عکس اتنے واضح تھے کہ وقار سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔انہیں اس سے سخت نفرت محسوس ہوئی۔

ہوسکتا ہے پارو بیگم واپسی پر میرے ساتھ صرف اور صرف میرا بیٹا ہو۔انہوں نے انتہا پر جا کر ایک دم سوچا تھا۔

جب وہ ملتان ایئرپورٹ پر اترے تو گرمی کی شدت کا بخوبی اندازہ ہوا۔

ابھی تو شادی میں تین دن ہیں۔کیوں نہ ہم ایک روز ملتان میں قیام کر لیں۔نانی خوش ہو جائیں گی۔وہ بیساختہ کہہ بیٹھی۔

لیکن تم پر جو ایک دن کی سختی بڑھ جا گی۔وہ اسی طرح دل جلانے والی مسکراہٹ سجا ہو تھے۔وہ ایک دم چپ ہو گئی۔

اور اپنا تیر نشانے پر لگا دیکھ کر وقار کی خودپسندی میں مزید اضافہ ہوا۔وہ اور تن گئے۔

بڑے بڑے دالانوں والے گھر میں تمام تر رونقیں اتر چکی تھیں۔سب اس سے شکوہ کر رہے تھے کہ وہ کیا دور پار کے مہمانوں کی طرح آئی ہے بھائی کی شادی میں۔محض مسکرا سکی تھی۔اس کی بچپن کی سہیلیاں اس کی آمد کا سن کر اس سے والہانہ ملے آئی تھیں مگر اس کی نظریں جیسے ڈھونڈ رہی تھیں۔وہ اسے کہیں نظر نہ آیا تھا۔

وقار سسرالی نوجوانوں کے ہمراہ ادھر ادھر جاتے رہتے تھے۔رات کو مہمانوں کے لیے دالانوں میں اور چھتوں پر بستر لگتے۔خوب محفلیں جمتیں،قہقہے برستے۔

اب وہ محض ایک لڑکی نہیں تھی۔ایک ذمہ دار شادی شدہ عورت اور ایک بچے کی ماں تھی۔اسے شوہر اور بچے کے ڈھیروں کام ہوتے تھے اس لیے وہ ڈھولک گیتوں اور شرارتوں میں ریک نہیں ہو پاتی تھی۔اگر کوئی اسے گھسیٹ بھی لیتا تو تھوڑی دیر بعد روتا بلکتا وقاص اس کے بازوؤں میں دے دیا جاتا۔اور وہ اس میں مگن ہو جاتی۔

سب کو تاسف ہوتا کہ گڑیا تو شادی کے بعد کھو گئی ہے۔وہ گڑیا جوان محفلوں کی جان ہوا کرتی تھی۔

درحقیقت اس کے ذہن ان رنگ بھری رفاقتوں میں بھی پریشان ہی رہتا تھا۔اس نے ماں سے اس کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ وہ تو ملتا گیا ہوا ہے۔آج کل میں آجا گا۔

اسے وقار کی نظریں اپنی نگرانی کرتی محسوس ہوتیں تو اپنے وجود سے نفرت محسوس ہوتی۔

اور پھر وہ آ گیا۔گڑیا کو دیکھ کر اس کی خوشی قابل دید معلوم ہوتی تھی۔

وہ سارا دن وقار کو تلاش کرتی رہی۔ ہر دفعہ معلوم ہوتا وہ انتظامات میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔اسے عجیب سی الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

رات کو پتا چلا کہ وہ اوپر سونے کے لیے جا چکے ہیں۔وہ اس کے ساتھ اوپر چلی آئی۔

وہ آنکھوں پر بازو دھرے لیٹے تھے۔

سو گئے ہیں وقار؟ اس نے آہستگی سے پوچھا۔

انہوں نے فوراً بازو آنکھوں پر سے ہٹا دیا۔کیا بات ہے؟ انداز سرد تھا۔

آپ میرے ان فرسٹ کزن سے ملے؟ میرے سگے اور اکلوتے چچا زاد۔۔۔مسٹر سلیمان۔

وقار ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔انہوں نے بغور سلیمان کو دیکھا۔

پتا نہیں دن میں کتنی بار انہوں نے اس کو آوازیں دے دے کر کام کے لیے بلایا تھا۔

جی جی۔۔۔۔اناں نوں ملیا سی میں۔۔۔سویرے اے میرے نال بازار وی گئے سی۔)
جی میں ان سے مل چکا ہوں۔صبح یہ میرے ساتھ بازار گئے تھے۔(

وقار ہکا بکا اسے دیکھ رہے تھے۔توصیف) گڑیا کے بڑے بھائی نے اس کے متعلق بتایا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بہت پس ماندہ ہے اور اٹھائیس برس کا ہونے کے باوجود بالکل بچوں جیسی حرکتیں کرتا ہے۔بچپن میں جب وہ چند ماہ کا تھا تو پولیو اور ٹائیفائیڈ میں بیک وقت مبتلا ہو گیا تھا۔نتیجہ آج سامنے تھا۔دائیں ٹانگ میں لنگ آ گیا تھا اور حرکتیں نچلے طبقے کے بچوں کی طرح تھیں۔بہتی ہوئی ناک، باچھوں کے اطراف بہتا ہوا جھاگ جسے وہ بار بار آستین سے صاف کر لیا کرتا تھا۔اس پر ستم یہ کہ ماں باپ بچپن میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے۔اور گڑیا کے والدین نے اس کی پرورش کی تھی۔امکان بھر علاج معالجہ بھی کیا۔لیکن حالت صرف

تسلی بخش ہو سکی تھی۔بالکل ٹھیک نہیں یعنی وہ قطعی طور پر پاگل ہونے سے بچ گیا تھا۔

وہ تو صبح سے ان کے انتظامات میں لگا ہوا تھا۔اور کچھ نہیں تو چیزیں ہی اٹھانے اور رکھنے

کے کام آ رہا تھا۔ وہ ساکت بیٹھے تھے۔

کا کا سو گیا اے بی بی اس نے سڑک بہتی ناک پر کنٹرول حاصل کیا۔

ہاں۔ وہ آہستگی سے بولی۔

مینوں تہاڈا کا کا بہوتا ای سوہنا لگدا اے۔ اے تسی مینوں دے دیو۔) مجھے تمہارا منا بہت اچھا لگتا ہے۔ اسے مجھے دے دو۔(

ہان ہاں۔ وہ تمہارا ہی کا کا ہے۔ جاؤ اب تم جا کر آرام کرو۔ وہ شائستگی سے بولی۔ وہ آگے بڑھا تو وہ بھی اس کے ہمراہ ہولی۔ معاً اسے وقار کی آواز سنائی دی۔

گڑیا

وہ رک گئی۔ مہ پارہ کے بعد گڑیا۔۔۔ اسے یقین نہیں آیا۔ وہ پلٹ آئی۔

جی۔

یہ۔۔۔ یہ۔ تمہارا کزن سلیمان ہے؟ وہ اٹک گئے۔

جی۔۔۔ یہ سلیمان ہے جسے سب مانو کہہ کر بلاتے ہیں۔ وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

دس تاریخ کے خاند کی روشنی میں سہری شلوار سوٹ میں ملبوس ڈھیلی ڈھالی چوٹی اور بڑے بڑے سنہری جھمکوں میں سجی سنری گڑیا جانے انہیں کیا کیا لگی۔

پہلے کیوں نہیں سمجھایا تھا اس بیچارے کا سارا جغرافیہ؟

گڑیا نے آہستگی سے ہاتھ چھڑا لیا کچھ لمحے کھڑی اشک پیتی رہی۔ ناچار چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وقار اس کے مقابل کھڑے ہو گئے۔

زندگی سے ایسا ہولناک مذاق نہیں کرتے۔ پہلے ہی سب کچھ کیوں نہیں بتایا؟

آپ سنتے تھے؟ وہ آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔

تم نے میرے ساتھ کم زیادتی نہیں کی گڑیا۔ بہت سخت سزا دینے کو دل چاہتا ہے۔ افشاں کے علاوہ نہ جانے گھر والوں نے کتنی لڑکیوں سے متعارف کرایا تھا کہ میں دیکھ بھال کر

کسی کو منتخب کرلوں۔اب یہ تو نہیں پتہ تھا کہ میری قسمت میں تو اچانک بیوی لکھی ہے بغیر دیکھی بھالی۔

محبتوں کو سمجھ ضرور ہونا چاہیے۔انہوں نے اس کی پیشانی پر جھومتی لٹیں سمیٹیں۔

پھر سارہ آپ کو افشاں کے نام سے کیوں چھیڑتی تھی۔وہ اب بھی مشکوک تھی۔

احمق ہے وہ۔۔۔بابا۔۔اس کا بھائی میرا بہت قیربی دوست ہے۔بیشک وہ اچھی لڑکی ہے۔محض اچھا لگنا عشق نہیں کہلاتا۔ ہر وہ رشتہ گہرہ ہوتا ہے۔جو باہمی خلوص پر استوار ہوتا ہے اور میرے اور افشاں کے درمیان ایسا کوئی پل نہیں تھا۔

بہت پاگل ہو گڑیا۔وہ پیار سے اسے دیکھ کر بولے۔ایک بات اور سن لو۔بیوی کو قطعی روا نہیں کہ دوسرے مرد کو اپنے شوہر پر ترجیح دے۔مرد کی عزت نفس کے لیے یہ بہت بڑا تازیانہ ہوتا ہے۔

چاہے وہ خود۔وہ بسوری۔

جی ہاں۔چاہے وہ خود زمانے بھر کا دل پھینک ہو۔وہ شرارت سے مسکرا۔

میں جاؤں۔لوگ اوپر آرہے ہیں۔وہ گھبرا کر بولی۔

جاؤ۔۔کاش آج ہم اپنے گھر میں ہوتے۔وہ حسرت سے بولے۔

وہ مسکراتی ہوئی زینے کی سمت بڑھی تھی۔

اختتام---------------------- The End